ڈاکٹرعظمت رباب
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) کی ترتیب و تدوین۔ایک تجزیہ

Ghalib never arranged or published his complete works as such during his lifetime. His Urdu diwan was actually a selection out of his entire poetical works which is variously ascribed, to him or to his close friends. His diwan was published five times during his life but every time the contents differed from each other. Many of his verses are included in various tazkiras, anthologies and often time in letters written to different persons whose dates are known or can be estimated and worked out. Based on these dates many researchers have arranged his poetical works in what they call as "historical arrangements" but this term is a fallacy as these dates pertain to the collection or publications of different editions of anthologies and letters. These dates can not be described as the dates of the composition of his verses. To be historically arranged the verses have to be arranged in the order in which they were created. In this article Dr. Azmat Rubab draws attention to this fallacy with particular reference to "Deewan e Ghalib, Nuskha Arshi."

اردو ادب میں یہ روایت اور رواج ہے کہ شاعر یا فنکار کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کے لیے اس کی تخلیقات کو ادوار میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ۔ ان ادوار سے تخلیق کار کے موضوعات اور اسالیب کے درجہ بدرجہ ارتقا کا علم ہوتا ہے ۔ اس ارتقا میں بہت سے معاشرتی ، سیاسی ، ذہنی اور انفرادی عوامل ہوتے ہیں ۔ اس ارتقا کی درست نشان دہی کا پہلا عنصر یہ ہے کہ تخلیقات کی تاریخیں معلوم ہوں یعنی کون سی غزل کب لکھی گئی یا کون سا افسانہ و ناول پہلی بار کب لکھا گیااور کب شائع ہوا۔اس اصول و رواج کے مطابق ادب کی تاریخ میں متعدد تخلیق کاروں کی تخلیقات کو ادوار میں تقسیم کر کے ان کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اس سے مختلف نتائج کا استخراج کیا گیاہے۔ غالب کے کلام کو بھی اسی طریقے سے پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے ، نقادوں اور محققین نے غالب کے کلام کو مختلف ادوار میں تقسیم کیاہے ، اس تقسیم کے نتیجے میں مختلف النوع نتائج اخذ کیے گئے ہیں ،فکری اور فنی مطالعے کے لیے تو شاید یہ مطالعات اہم ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ غالب کے کلام کو تاریخی اعتبار سے مکمل طور پر اس لحاظ سے ترتیب نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ غالب کی انفرادی غزلوں یا کلام کی تاریخیں معلوم نہیں ہیں ۔ ان کے مختلف قلمی نسخوں کی تاریخِ تکمیل معلوم ہے لیکن ان کی بنیاد پر انفرادی فن پاروں کی تقسیم نہیں ہوسکتی ۔اس قضیے کا تفصیل سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے ۔

غالب کا دیوان ان کی زندگی میں پانچ بار شائع ہوا، وفات کے بعد متعدد قلمی نسخے مختلف مقامات سے دریافت ہوئے جنھیں ان مقامات یا حقِ ملکیت رکھنے والے اداروں یا افراد کے نام سے منسوب کیا گیا۔ ان قلمی نسخوں میں سے کچھ کے سنہ کتابت کی تکمیل اور کچھ کے داخلی شواہد کی بنا پر ان کے سنین متعین کر لیے گئے اوران نسخوں کی تاریخِ تکمیلِ کتابت کی بنیاد پر کلامِ غالب کو تاریخی اعتبار سے ترتیب دیا گیا۔

کلامِ غالب کو تاریخی اعتبار سے مرتب کرنے والوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ چونکہ نسخوں کی تاریخ اشاعت یا تاریخِ تکمیلِ کتابت معلوم تھی یا ان کی تاریخیں متعین کر لی گئی تھیں لہٰذا اس بنیاد پر غالب کے کلام کو مختلف ادوار میں تقسیم کر دیا گیا۔ عبداللطیف نے غالب کے اردو کلام کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، شیخ محمد اکرام نے اردو کلام کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے، غلام رسول مہر نے کلامِ غالب کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے ۔تاریخی ترتیب کے اس مغالطے کو انجام تک پہنچانے والے امتیاز علی خاں عرشی تھے جن کے تتبع میں کالی داس گپتا رضا نے کلامِ غالب کو گیارہ ادورا میں تقسیم کر دیا اور اسے تاریخی ترتیب کا نام دیا۔

مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے ''دیوانِ غالب'' مرتب کیا جس کا پہلا ایڈیشن انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے 1958ء میں شائع ہوا۔ دوسری بار اضافوں کے ساتھ جون 1992ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا ۔ ہمارے زیرِ نظر یہی نقشِ ثانی ہے۔ اس مجموعے میں مولانا عرشی کا دعویٰ ہے کہ غالب کا اردو کلام تاریخی ترتیب سے مرتب کیا ہے ۔مقدمے میں غالب کے حالاتِ زندگی ،تعلیم و تربیت ،عربی و فارسی میں مہارت ، شاعری کے ادوار ، فارسی نگاری ،شعری اوصاف کو غالب کے خطوط کے حوالے دے کر واضح کیا ہے ۔کلکتہ میں ہونے والے مشاعروں کا احوال بھی درج کیا ہے ۔ دیوان کی ترتیب میں جو قلمی و مطبوعہ نسخے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں ان کی تفصیل مقدمے میں درج کی گئی ہے۔ یوں مولانا عرشی نے غالب کے بارے میں تفصیلی اور وضاحتی معلومات بڑے ذوق وشوق اور جذبے سے بیان کی ہیں ۔ اردو تدوینِ متن کے نقطہ نظر سے نسخہ عرشی کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں :

مولانا عرشی نے غالب کے کلام کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصے کا عنوان ''گنجینۂ معنی'' ہے ۔ اس میں وہ اشعار درج کیے گئے ہیں جو نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی میں تھے لیکن 1833ء کے مرتبہ دیوان میں غالب نے شامل نہیں کیے تھے۔ دوسرے حصے کا نام ''نوائے سروش'' ہے ۔ اس میں متداول کلام ہے جسے غالب نے اپنی زندگی میں لکھ اور چھپوا کر تقسیم کیا تھا یعنی مروجہ دیوانِ غالب۔ تیسرا حصہ ''یادگارِ نالہ'' کے عنوان سے ہے۔اس میں وہ کلام ہے جو دیوانِ غالب کے کسی نسخے کے متن میں نہ تھا لیکن بعض نسخوں کے حاشیوں یا خاتمے میں یا غالب کے خطوط میں یا ان کے نام سے دوسروں کی بیاضوں میں پایا گیا تھا یا وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں چھپ کر اہلِ ذوق تک پہنچ چکا تھا۔ چوتھے حصے ''بادآورد'' میں نسخہ عرشی زادہ کا کلام شامل ہے ۔

پروفیسر محمد سعید ،عرشی کے مرتب دیوان کی تدوین کے بارے میں لکھتے ہیں :

> ''عرشی کے مرتب کردہ دیوانِ غالب اردو نسخۂ عرشی کو کلامِ غالب ہی نہیں اردو تدوینِ متن کی بھی معراج قرار دیا جا سکتا ہے ۔''[۱]

کسی شاعر کے کلام کو مرتب کرنے کے دو مراحل اہم ہوتے ہیں پہلا درست متن کی جمع آوری اور دوسرے متن کی ترتیب ۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے دیوانِ غالب کی ترتیب کے لیے متعدد قلمی و مطبوعہ نسخے مدِ نظر رکھے ہیں ، ان کا تعارف اور تفصیلات

مقدمے میں درج کی ہیں اور متن کو حتی الامکان منشائے مصنف کے مطابق پیش کیا ہے لیکن ترتیبِ متن میں انھوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور منشائے مصنف اور اردو شاعری کی روایت کو مدِ نظر نہیں رکھا۔ حصہ دوم یعنی نوائے سروش میں بہت سے ایسے اشعار اور غزلیات شامل ہیں جو کہ گنجینۂ معنی یعنی حصہ اول کی غزلوں کا حصہ ہیں اور نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی میں شامل ہیں۔ انھیں جب نوائے سروش میں رکھا گیا تو تاریخی ترتیب تو ختم ہو جاتی ہے ۔ علاوہ ازیں دیوان ، اردو غزل کی روایت سے منسلک ہے ۔مشرق کی روایت نے دیوان کی ترتیب کا ایک طریقہ وضع کیا ہے کہ قافیہ و ردیف کے اعتبار سے غزلیات کو ترتیب دیا جاتا رہا ہے۔ غالب نے اپنے کلام کو جب بھی ترتیب دیا اور اس کا انتخاب کیا تو دیوان کی مروج روایت یعنی الف بائی ترتیب کو مدِ نظر رکھا لیکن عرشی نے اسے تاریخی ترتیب دے کر روایت سے انحراف کیا ہے ۔عرشی کی تاریخی ترتیب کے اصول کے مطابق پہلے وہ اشعار شامل کیے گئے ہیں جنھیں غالب نے مشکل مانتے ہوئے ترک کر دیا تھا ، دوسرے حصے میں متداول کلام ہے ، دیگر کلام باقی دو حصوں میں ہے ۔ یہ ترتیب تو نظری متن اور متداول متن اور متفرقات کے مطابق ہے ، اس کی تاریخی توجیہہ سمجھ میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ نسخہ بھوپال او رنسخہ شیرانی کا نظری متن پہلے حصے میں ہے اور دیگر کلام متداول اور متفرق کے اصول کے مطابق بقیہ تین حصوں میں ۔

غالب کے کلام کو چار حصوں میں تقسیم کرنے سے صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ زیادہ تر غزلیات ایک حصے میں نہیں ہیں بلکہ اس کے منتشر اجزا مختلف حصوں میں منقسم ہو گئے ہیں ۔غزل کے چند اشعار پہلے حصے میں ہیں تو کچھ دوسرے حصے میں۔ ایک غزل کی تلاش بآسانی نہیں کی جا سکتی اور اگر ایک حصے سے غزل کے چند اشعار مل بھی جائیں تو پھر دوسرے حصے اور پھر تیسرے یا چوتھے حصے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ۔مثلاً مشہور غزل ہے جو متداول دیوان میں غزل نمبر ایک ہے ۔ اس کا پہلا شعر ہے

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا[۲]

اس غزل کے چار اشعار حصہ اول ''گنجینۂ معنی'' میں صفحہ 11 پر ہیں جبکہ دیگر پانچ اشعار حصہ دوم بعنوان''نوائے سروش'' صفحہ نمبر159،160 پر پائے جاتے ہیں ۔ اسی طرح وہ غزل جس کا مطلع ہے :

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں[۳]

اس غزل کے آٹھ اشعار نوائے سروش صفحہ نمبر 237 پر جبکہ دو اشعار صفحہ 417 حصہ سوم بعنوان''یادگارِ نالہ'' میں پائے جاتے ہیں بعض اوقات تو ایسا بھی ہے کہ ایک غزل تین حصوں میں منقسم ہے مثلاً وہ غزل جس کا پہلا شعر ہے :

نکوہش ہے سزا فریادیِ بیدادِ دلبر کی
مبادا ! خندۂ دنداں نما ہو ، صبح محشر کی[۴]

یہ غزل دیوانِ عرشی میں صفحہ 83، 263 اور452 میں تقسیم ہوگئی ہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں نسخہ عرشی میں پائی جاتی ہیں۔وہ قارئین جو ادب اور شاعری کا مطالعہ اپنے ذوق کی تسکین کے لیے کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے زیرِ نظر دیوان الجھن اور دقت کا باعث بنتا ہے ۔طلبا اور محققین کے لیے بھی ان کا نظامِ تقسیمِ کلام اور طریق کار گنجلک ہے اور ابہام کا اشکار ہے ۔

مولانا عرشی نے زیرِ نظر دیوانِ غالب کی ترتیب کی بنیاد تاریخی ترتیب پر رکھی ہے لیکن ان کی یہ تقسیم تاریخی نہیں ہے ۔ تاریخی

ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اس تخلیق کو درج کرنا جو پہلے وجود میں آئی اور اس کے بعد کی تخلیقات کا اندراج بعد میں ہونا چاہیے ۔ اگر ہر غزل یا نظم کی تاریخ معلوم نہ ہو سکے تو پھر عہد کے لحاظ سے ترتیب دی جا سکتی ہے ۔ انتخابات یا مجموعوں کے اعتبار سے کلام کو ترتیب دینا تاریخی ترتیب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مثلاً نسخہ بھوپال کے حاشیے پر درج کلام اس بات کا حتمی اعلان نہیں ہے کہ یہ کلام اس نسخے سے قبل یا مابعد ہے ۔ ڈاکٹر گیان چند اس تاریخی ترتیب کے بارے میں لکھتے ہیں :

''قلم زد، متداول اور نو دریافت کلام کی تقسیم، کلام کی صنف وار تقسیم، غزلیات کی ردیف وار تقسیم جہاں اتنی ساری وفاداریوں کو مقدم سمجھا جائے وہاں تاریخی ترتیب کا باقی رہنا معلوم!''[۵]

درج بالا دلائل سے ہم یہ نتیجہ بآسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ دیوانِ غالب نسخہ عرشی کی ترتیب تاریخی نہیں ہے، اسے تاریخی ترتیب قرار دینا ایک مغالطہ ہے ۔

تدوینِ متن کی جو تعریف متعین کی گئی ہے اس کے مطابق متن کو منشائے مصنف کے مطابق ترتیب دینا ہی تدوینِ متن ہے ۔ غالب نے کبھی اپنے کُل کلام کو ایک جگہ ترتیب نہیں دیا ۔ ہمارے پیشِ نظر جو صورت ہے اس کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ کلامِ غالب کے مختلف انتخاب مختلف نقطہ نظر کے مطابق کیے گئے ہیں ۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق نسخہ عرشی زادہ پہلی دستیاب بیاض ہے۔ اس کے بعد نسخہ بھوپال جسے پہلے مفتی انوار الحق اور بعد ازاں حمید احمد خاں نے مرتب کیا ۔ اس کے بعد جو انتخابات کیے گئے ان کے بارے میں غالب کا طریق کار یہ رہا ہے کہ چند اشعار ان متذکرہ بیاضوں سے لیے، ان میں نئے کہے گئے اشعار شامل کیے اور ایک مجموعہ ترتیب دے دیا۔ یہ مجموعہ اشاعت کے لیے تیار کیا گیا ہو دیوان ہو یا کسی نواب کو بھیجنے کے لیے کلام کا انتخاب، ان میں اشعار کی تعداد مختلف ہے اور ان میں اشعار کے انتخاب میں بھی فرق ہے ۔ غالب نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا مجموعہ ترتیب نہیں دیا جس میں ان کا کل کلام جمع ہو ۔ دیوانِ غالب کے قلمی نسخے ہوں یا ان کے زیرِ نگرانی ترتیب دیے گئے مجموعے، ان کی ترتیب روایتی طریق کار کے مطابق ہی رکھی گئی ہے ۔ مثلاً ایسا نہیں ہے کہ کلام کو دو، تین یا چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہو، غزل کے کچھ اشعار ایک حصے میں ہوں اور دیگر اشعار دوسرے حصوں میں ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غزلیات میں اشعار کا انتخاب ردیف وار الف بائی ترتیب ہی سے دیا گیا ہے ۔ دوسری بات متن کو منشائے مصنف کے مطابق درست درج کرنا ہے ۔ پروفیسر محمد سعید نے متن کی درست پیش کش کے حوالے سے نسخہ عرشی کی درج ذیل خصوصیات بیان کی ہیں :

''۔۔۔مولانا عرشی نے نسخۂ عرشی مرتب کر کے اس میں تین نمایاں خصوصیات بھر دیں۔ ایک تو مکمل کلامِ غالب اردو کو اس انداز سے پیش کیا کہ دیوان کی مروج اور متداول حیثیت بھی برقرار رکھی اور متداول اور غیر متداول کی تخصیص بھی کر دی۔ دوسرا اسے تاریخی ترتیب و تنظیم بخشی اور تیسرا ہر مصرعے کو اصولِ تدوین کے مطابق مدوّن کیا ۔''[۶]

اس اقتباس میں نسخہ عرشی کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں، درج بالا نکات اور حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس نسخہ کی چند خصوصیات متعین کی جا سکتی ہیں :

الف۔ منشائے مصنف کے مطابق دیوان کو ترتیب نہیں دیا گیا بلکہ اسے چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ۔

ب۔ مروج و متداول دیوان اور غیر متداول دیوان کی تخصیص مرتب نے خود کی ہے ۔ غالب نے اسے نظری متن قرار نہیں دیا تھا بلکہ اس دور اور نوابین کے ذوق کے مطابق اشعار کا انتخاب کیا تھا ۔ جس کلام کا انتخاب غالب نے نہیں کیا وہ ردشدہ یا نظری متن نہیں ہے، اس لیے مدوِن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شاعر کے نقطہ نظر سے قطع نظر اپنے نقطہ نظر کے مطابق دیوان کے

حصے بخرے کر دے ۔

ج۔ محمد سعید کے مطابق نسخہ عرشی میں ہر مصرعے کو اصولِ تدوین کے مطابق مدوّن کیا گیا ہے ۔ یہ بیان بھی محلِ نظر ہے ۔ تدوین کا اصول ہے کہ شاعر کی آخری اصلاح کو متن میں جگہ دینی چاہیے لیکن ایک مصرعے کے بارے میں خود عرشی کا بیان ہے :

''میرزا صاحب نے آخری زمانے میں اپنے کلام میں جو اصلاح کی ہے اسے خوش ذوقی کے پیمانے سے بھی ناپوں ۔''

چنانچہ اس اصول کے مطابق وہ شعر جس کا پہلا مصرع غالب کی آخری اصلاح کے مطابق یوں ہے :

ہے زلزلہ و صرصر و سیلاب کا عالم

اس کی پہلی صورت یوں تھی

ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم

عرشی نے اس مصرع کی پہلی صورت کو متن میں شامل کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں یہ محبوب کی شوخ طبعی اور سیماب مزاجی کے لیے موزوں الفاظ ہیں ۔ یہ اصولِ تدوین سے انحراف کی شدید صورت ہے ، ایسا ہی اور جگہوں پر بھی ہے ۔

د۔ مدوّن متون کے مقدمے میں متن اور تدوین کے طریق کار سے متعلق معلومات ہونی چاہیں ۔ مقدمہ ایسا خاکہ اور آئینہ ہے جس کے مطابق متن کو سمجھا اور پرکھا جا سکتا ہے ۔ دیوانِ غالب نسخہ عرشی کا مقدمہ ۱۵۹ صفحات پر مشتمل ہے ۔ مقدمے کا آغاز فارسی خط کے اقتباس سے ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد کے صفحات غالب کے حالاتِ زندگی اور خصوصیاتِ کلام کو محیط ہیں جس کا متن یا وضاحتِ متن سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ قلمی اور مطبوعہ نسخوں کا تعارف تفصیل سے دیا گیا ہے ، مخففات کا اندراج ہے اور تدوین کے طریق کار اور حواشی کی تفصیلات درج ہیں ۔ عرشی کا دعویٰ ہے کہ کل اکیس (۲۱) قلمی و مطبوعہ نسخوں کو مدِ نظر رکھ کر متن کی تحقیق کی ہے ۔ لیکن ان نسخوں کے ناموں اور مخففات میں کوئی مطابقت قائم نہیں کی ۔ ''عز، ق، قا، گل، قب، حب، قبا، م، قج، قبد، ما، ج، قد، مب، مج، مد، خ، ح، لط، حم، عش'' جیسے مخففات اور نسخوں کی خصوصیات اور نام اتنے گنجلک ہیں کہ متن کا مطالعہ کرتے ہوئے بار بار مقدمے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے کہ فلاں مخفف سے کون سا نسخہ مراد ہے ؟ مخففات کا اصول یہ ہے کہ یہ آسان فہم اور نسخے سے مناسبت اور مطابقت لیے ہونے چاہیں ۔ مثلاً نسخہ عرشی زادہ کا مخفف ''عز'' رکھا گیا ہے اور نسخہ بھوپال کا ''ق'' اب قارئین ، طالب علموں اور محققین کے لیے یہ سمجھنا محال ہے کہ ''عز'' اور ''ق'' کے مخففات کی وجہ تسمیہ کیا ہے ، اس کی وضاحت بھی مقدمے میں کہیں نہیں کی گئی ۔

ر۔ نسخہ عرشی میں دو قسم کے حواشی دیے گئے ہیں ، پہلے حصے میں خفی خط استعمال کرتے ہوئے اختلافِ نسخ کا اندراج کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں جلی خط میں وضاحت اور تشریحات درج ہیں ۔ یہ دونوں حصے متن کے نیچے ہی فٹ نوٹس کی شکل میں دیے گئے ہیں ۔ ان حوالوں اور تشریحات کی بھر مار سے متعدد صفحات کی صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ متن میں ایک شعر درج ہے جبکہ بقیہ پورا صفحہ تشریح کے لیے مختص ہو گیا ہے ۔

س۔ نسخہ عرشی میں املا اور رسم الخط منشائے مصنف اور مروج املا کے مطابق اختیار کیا گیا ہے لیکن بہت سے الفاظ کو ملا کر لکھ دیا گیا ہے جو مروج انداز میں الگ الگ ہی لکھے جاتے ہیں مثلاً آوار گیہاے ، گلرنگ ، قدمبوس ، نمانگ ، دلیہا ، اس طرح کے بے شمار الفاظ نسخہ عرشی کے املا میں موجود ہیں ۔

ش۔ علاماتِ وقت کا بے تحاشا استعمال معانی میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے، نسخۂ عرشی میں خود ان کے بیان کے مطابق علاماتِ وقف میں'' کامے کو حدِ افراط تک برتا گیا ہے۔''اس کے علاوہ سوالیہ علامت (؟) اور استعجابیہ، فجائیہ اور ندائیہ علامت (!) کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیا گیا ہے یعنی جہاں (!) کا استعمال کیا جانا چاہیے تھا وہاں سوالیہ (؟) کو برتا گیا ہے جس سے شعر کا ابہام اور حسن مجروح ہوا ہے۔

وحشت کہاں کہ بے خودی انشا کرے کوئی؟[۷]

ہمیں دماغ کہاں، حسن کے تقاضا کا؟[۸]

عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا؟[۹]

زخم کے بھرتے تلک ، ناخن نہ بڑھ جاویں گے کیا؟[۱۰]

بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور؟[۱۱]

روئیں گے ہم ہزار بار ، کوئی ہمیں ستائے کیوں؟[۱۲]

مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کی تدوین میں محنت، محبت اور توجہ سے تمام ممکنہ قابل الحصول ذرائع اور مآخذ کو استعمال کیا ہے۔ محققین کے لیے عرشی کا مرتب کردہ یہ دیوان ایک تحفہ ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ طلبا اور عام قارئین کے لیے اس کا استعمال بہت پیچیدہ ہے۔ غزلیات ایک جگہ پر اپنی ہیئتی وحدت میں موجود نہیں ہیں، حوالوں اور رموزِ اوقاف کی بھرمار ہے۔ ردیف کے اندر غزلوں کو بھی الف بائی ترتیب سے درج نہیں کیا گیا۔ کلام کو چار حصوں میں منقسم کرنے سے نہ تو اس کی مکمل تاریخی ترتیب ممکن ہو سکی ہے اور نہ ہی دیوانِ کی مروج ترتیب قائم ہو سکی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر محمد سعید، غالب کے اردو کلام کی ترتیب و تدوین کی روایت (۱۹۵۸ءعیسوی تک)، مشمولہ مجلّہ ''بنیاد''، جلد دوم، شمارہ 1، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز لاہور، 2011ء، ص156

۲۔ امتیاز علی خاں عرشی (مرتب)، دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم 1992ء، ص 159 متن

۳۔ ایضاً ص 237 متن ۴۔ ایضاً، ص 263

۵۔ ڈاکٹر گیان چند، رموزِ غالب، کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، 1999ء، ص 251

۶۔ پروفیسر محمد سعید، محولہ بالا، ص 179 ۷۔ امتیاز علی خاں عرشی، دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، صفحہ 94 متن

۸۔ ایضاً، ص 169 ۹۔ ایضاً، ص171 ۱۰۔ ایضاً، ص180 متن

۱۱۔ ایضاً، ص 206 ۱۲۔ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، ص240